مقبوضہ فلسطین
میں
مسلم اور مسیحی متبرک مقامات کی حالتِ زار

مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگ کھولنے کا فیصلہ فلسطینیوں کے مذہبی حقوق کی پامالی کا تازہ ترین اسرائیلی اقدام ہے۔ مسلمانوں اور مسیحیوں کے متبرک مقامات کی بے حرمتی اسرائیلی غاصبوں کی اُس پالیسی کا تسلسل ہے جِس کے تحت وہ بھرپور منصوبہ بندی سے پورے فلسطین اور بالخصوص بیت المقدس کو یہودی رنگ دینے کے لیے کوشاں ہیں۔ یہودیوں کے ناپاک اقدامات میں چند ایک یہ ہیں۔

بیت المقدس میں مسلمانوں کے متبرک مقامات کے حوالے سے یہ بات سب سے زیادہ اہم ہے کہ ۱۹۶۷ء میں جوں ہی شہر پر یہودیوں نے تسلط حاصل کیا، یہودی رہنما سیدھے مسجد اقصیٰ اور دیوار براق (جِسے یہودی اصطلاح میں "دیوار گریہ" کہا جاتا ہے۔) گئے اور پہلا کام یہ کیا کہ گردونواح میں مسلمانوں کے مکانات اور دوسری جائداد کو نقصان پہنچایا۔ گزشتہ تیس برس سے یہودی غاصب اسی طرح مسجدِ اقصیٰ کے گردونواح سے مسلمانوں کو نکال باہر کرنے کی کوششیں کررہے ہیں۔

اخبارات میں اسرائیلی وزیر برائے مذہبی اُمور کی اُس پریس کانفرنس (بیت المقدس: ۱۲ اگست ۱۹۶۷ء) کی تفصیلات شائع ہوچکی ہیں جِس میں اُس نے دعویٰ کیا تھا کہ اسرائیلی حکام مسجد عمرؓ کے علاقے کو بربنائے خریداری (یہودی روایت ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے یہ زمین خریدی تھی) یا بطور ارضِ مفتوحہ سرکاری ملکیت سمجھتے ہیں اور حرم الشریف (مسجد اقصیٰ اور قبتہ الصخریٰ) کے علاقے میں ہیکلِ سلیمانی کی تعمیر کا مسئلہ موجود ہے۔

چیف ربّی نے مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی کی۔

بیت المقدس پر قبضے کے بعد معاملہ اخباری بیانات اور کھلم کھلا دھمکیوں سے گزر کر جلد ہی اشتعال انگیز اقدامات تک آگیا۔ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری نے سوئزر لینڈ کے سفیر جناب ای - تھل مان کو بیت المقدس کی صورتِ حال کے بارے میں حقائق معلوم کرنے کا مشن سونپا تھا۔ جناب

تھل مان نے اپنی رپورٹ میں کہا: "ذاتی نمائندے کے توّسط سے جن عربوں سے گفتگو ہوئی، اُن کی اکثریت نے بتایا کہ مسلمانوں کے متبرک مقامات کو مجروح کرنے کے اسرائیلی اقدامات سے مسلمانوں کو شدید رنج ہوا ہے۔ اسرائیلی فوج کے چیف ربّی نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ حرم الشریف کے علاقے میں مذہبی مراسم ادا کیے جو مسلمانوں کے نزدیک سخت اشتعال انگیز اقدام تھا۔"

اسرائیلی فوج کے چیف ربّی نے جو مثال قائم کی تھی، اس کی تقلید کرتے ہوئے ۱۹۷۵ء میں تقریباً چالیس یہودی نوجوانوں نے حرم الشریف کے علاقے میں یہودی گیت گا کر اور مذہبی مراسم کا اہتمام کر کے آزادی کی تقریب منائی۔

مسجد اقصیٰ کے نیچے کھدائی

مسجد اقصیٰ کے تقدّس اور اس کے وجود کو جس اقدام سے شدید ترین خطرہ پیدا ہوا، وہ انتہا پسند یہودیوں کے ایک گروہ کی جانب سے مسجد کے نیچے کھدائیوں کا آغاز تھا۔ ۱۹۶۸ء میں انکشاف ہوا تھا کہ مسجد کے نیچے ۳۵۰ میٹر لمبی ایک سرنگ ہے جو مسجد کی دیواروں کے متوازی جاتی ہے۔ یہ سرنگ اڑھائی میٹر اونچی اور آدھا میٹر چوڑی ہے۔ آثار قدیمہ کے اکتشافات کے نام پر کیے گئے اقدامات پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا، مگر یہ کام نہ روکا گیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل نے متعدد قرار دادوں میں اسرائیل کی کارروائیوں کی مذّمت کی (مگر بے سود)، اور اسرائیل سے اپیل کی کہ شہر کے ورثے کا تحفّظ کیا جائے۔

اسی طرح یونیسکو نے بیت المقدس میں اسرائیلی کارروائیوں پر سخت تشویش ظاہر کی۔ ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۸ء میں یونیسکو نے بیت المقدس کے تاریخی آثار مسخ کرنے پر اسرائیل کی مذمت کی۔

مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی گئی۔

مسجد اقصیٰ متعدد یہودی حملوں کا نشانہ بنی۔ اسے جلا کر یا بارود رکھ کر اڑا دینے کی بارہا کوششیں کی گئیں۔ مشرقی بیت المقدس پر قبضے کے دو سال بعد ۲۱ اگست ۱۹۶۹ء کو مسجد کو آگ لگا دی گئی۔ اس سے مسجد کی چھت کو شدید نقصان پہنچا اور ۱۲ ویں صدی میں تیار کردہ محراب تباہ ہو گیا جو لکڑی کے کام کا نہایت ہی عمدہ نمونہ تھا۔ جس آسٹریلوی یہودی نے اس سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا، اُس نے مبیّنہ طور پر اسرائیلی حکام کو بتایا کہ اُس کا مقصد مسجد اقصیٰ کو جلا کر راکھ کر دینا تھا تاکہ اِس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جا سکے۔

۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء کو اسرائیلی فوج کا ایک یہودی ملازم ایلیٹ گولڈمین ایم - ۱۶ مشین گن لے کر مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نمازِ جمعہ میں مشغول عبادت گزاروں پر اندھادھند فائرنگ شروع کر دی۔

جنوری ۱۹۸۴ء میں انتہا پسند یہودی تنظیم "لیف تاہ" کے چار افراد ۲۰ کلو گرام بارود اور ۱۸ دستی بموں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے پکڑے گئے تھے۔ اچھا ہوا کہ یہ مجرم بروقت پکڑے گئے ورنہ مسجد اور نمازیوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا۔

اسرائیلیوں نے بیت المقدس میں جن دوسرے متعدد مقامات کی بے حرمتی کی، ان میں "مغاربہ" کی تباہی سرفہرست ہے۔ قدیم شہر پر قبضے کے پہلے ہفتے میں چودھویں صدی کا یہ قدیم محلہ زمین بوس کر دیا گیا تاکہ "دیوار گریہ" کے سامنے کار پارک کے لیے جگہ نکالی جا سکے۔ "دی ٹائمز" کے ایک صحافی ڈیوڈ ہرسٹ نے اس سانحہ پر ان الفاظ میں افسوس کا اظہار کیا کہ "مغاربہ کی تباہی مسلمانوں کی سات سو سالہ تاریخ کا خاتمہ ہے۔" البراق اور المغاربہ مساجد بھی زمین بوس کر دی گئیں۔ تاریخی آثار کی تباہی کے ساتھ ساڑھے چھ ہزار غریب مسلمانوں کو رہائش سے محروم ہونا پڑا۔

جامع ابراہیمی یہودی ہیکل بنا دی گئی۔

مسجد اقصیٰ کے بعد فلسطین کی دوسری سب سے متبرک مسجد الخلیل (حبرون) کی جامع ابراہیمی ا ہے۔ ۱۹۶۷ء کے قبضے کے بعد اس مسجد کا انتظام یہودی آباد کاروں اور مسلمان آبادی کے درمیان مسلسل کشمکش کا سبب رہا ہے اور یہودی آباد کار بتدریج مسجد پر قبضہ کرتے چلے گئے ہیں۔ یہودیوں کو مسجد میں داخلے کی اجازت پہلی بار فوجی حکام نے ۱۹۶۷ء میں دی تھی۔ ۱۹۷۱ء میں انہیں مسجد کے اندر اُس حصے میں تورات کے طومار رکھنے کا اختیار دیا گیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کی قبروں کے درمیان ہے۔ تورات کے طومار مسجد میں رکھ دینے سے یہودی قانون کے مطابق جامع ابراہیمی یہودی ہیکل بن گئی ہے۔ چار سال بعد ۱۹۷۵ء میں یہودیوں نے مسجد کے اُس حصے پر بھی قبضہ جما لیا جو حضرت اسحاق کے مقبرے پر مشتمل ہے۔ آج مسجد کی حیثیت ایک فوجی عمارت کی بن کر رہ گئی ہے جس کا انتظام ایک فوجی گورنر کے ہاتھ میں ہے اور لمبے فوجی بوٹ پہنے یہودی سپاہی مسجد کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گشت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں۔

۱۹۴۸ء میں جن مساجد پر قبضہ کیا گیا، ان میں سے ایک حیفہ شہر میں مسجد استقلال ہے جسے میونسپل کمیٹی کے دفاتر کے طور پر استعمال کیا گیا۔ حیفہ ہی میں مسجد عمر کا ہال گرایا گیا جو اسلامی طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ سمجھا جاتا تھا۔

جافا میں مسجد اسحاق اسرائیلی زیادتیوں کا شکار ہوئی۔ یہ بلغاریہ سے آنے والے یہودیوں کے کلب میں بدل دی گئی۔ ۲ اپریل ۱۹۸۳ء کی صبح مسجد حسن بے کا مینار گرا دیا گیا۔ راس العین میں مسجد

سیّدنا علیؓ کو کوڑا کرکٹ کا ذخیرہ بنا دیا گیا۔ یہ مسجد حضرت عمر فاروقؓ کے اخلاف میں سے ایک علی نے تعمیر کی تھی جنھوں نے صلیبیوں کا مقابلہ کیا اور ۱۰۸۱ء میں شہادت پائی تھی۔ اسی طرح اسرائیلیوں نے اللیجہ گاؤں میں مسجد مسمار کر دی۔ ۱۳۰۰ برس پہلے حضرت عمرو بن العاصؓ نے بئر سبع میں جو مسجد تعمیر کی تھی، اسے عجائب گھر میں بدل دیا گیا ہے اور علاقے کے چالیس ہزار مسلمانوں کو اس میں نماز کی ادائیگی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ عسقلان میں حضرت حسینؓ بن علیؓ کی مسجد کی دیواروں کے علاوہ اب کچھ باقی نہیں رہا۔

عکرہ سے مشرق میں الخامنہ میں ۲۴ نومبر ۱۹۸۶ء کو اسرائیلی فوجیوں نے مسجد المرابطون زمین بوس کر دی۔ ایک صبح جب گاؤں کے لوگ کام کاج میں مصروف تھے، چار سو سپاہی گاؤں میں داخل ہوئے جنھوں نے مسجد اور ایک استاد کا گھر تباہ کر دیا۔

انتفاضہ کے دوران میں غزہ اور مغربی کنارے کی آبادیوں میں مساجد یہودی قابضین اور فوجیوں کے حملوں کا نشانہ بنتی رہی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں ایک مطالعاتی جائزے سے معلوم ہوا تھا کہ دسمبر ۱۹۸۷ء سے مئی ۱۹۹۰ء تک مساجد پر ۲۴۳ حملے ہوئے تھے۔ ان حملوں میں یہ زیادتیاں شامل ہیں: مساجد سے متعلق جائیداد کی ضبطگی، نمازیوں پر حملے، قرآن کے نسخے پھاڑے گئے، مساجد مسمار کی گئیں اور جگہ فوجی رہائش اور نگرانی کے لیے استعمال میں لائی گئی۔

مسلم قبرستانوں کی بے حرمتی

مقبوضہ فلسطین میں مسلمانوں کے قبرستان تک اسرائیلیوں کی دست درازیوں سے محفوظ نہیں۔ حیفہ میں ایک تجارتی مرکز تعمیر کرنے کے لیے الاستقلال قبرستان کی ہزاروں قبریں ملیا میٹ کر دی گئیں۔ یہی کہانی "الشیخ" نامی گاؤں میں دہرائی گئی (اس گاؤں میں شیخ عزالدین القاسم مدفون ہیں اور اُن ہی کے نام کی مناسبت سے اسے "الشیخ" کہا جاتا ہے۔) جسے ان دنوں "تل حنان" کہا جاتا ہے۔ یہاں کا قبرستان اب سیر گاہ بن چکا ہے۔ جافا میں ایک قبرستان پر سڑک گزار دی گئی ہے۔ الخلیل کے قریب ایک گاؤں "ناعم" ہے جہاں نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی بیٹی فاطمہ کا مزار تھا، یہ مزار اب موجود نہیں۔ اسی طرح تاریخی مامن اللہ قبرستان کا بڑا حصہ، جس میں متعدد مشہور مسلمانوں کے مزارات تھے، کارپارک میں بدل دیا گیا ہے۔ یوسفیہ اور الرحیمیہ قبرستانوں کا بڑا حصہ سڑکوں میں استعمال ہو گیا ہے۔

مسیحی متبرک مقامات کی بے حرمتی

مسیحی متبرک مقامات سے اپنی نفرت کے اظہار کے لیے یہودی ان میں کوڑا کرکٹ پھینکتے

ہیں، کُتّوں کو لیے اور منہ میں سگریٹ دبائے ان میں چلے جاتے ہیں۔ ۱۹۶۷ء کے اواخر میں یہودی انتہا پسندوں نے "چرچ آف دی ہولی سپیلکر" میں کنواری مریم کا تاج چوری کر لیا تھا۔ ۲۴ مارچ ۱۹۷۱ء کو مقدّس مزار کے چراغ اور موم بتیاں توڑ دی گئیں۔ ۶ فروری ۱۹۷۳ء کو کوہ زیتون پر "دی ہولی بک انٹرنیشنل سنٹر" کو آگ لگا دی گئی۔ آرمینی "چرچ آف سینیٹ سیویر" کے احاطے میں بطریقوں کے مقبرے توڑ دیے گئے اور ہڈیوں کو ادھر ادھر بکھیر دیا گیا۔

رومن آرتھوڈکس بشپ، آرچ بشپ تھڈوروس نے بتایا کہ جون ۱۹۶۷ء میں "عین کریم" کے "یوحنا چرچ" میں اسرائیلی فوجی داخل ہوئے۔ انہوں نے اس کے دروازے اور کھڑکیاں توڑ دیں، اس کا قیمتی سامان لوٹ لیا اور عمارت کو بطور بیت الخلاء استعمال کیا۔ واپسی پر چرچ کی دیواروں پر موٹے موٹے الفاظ میں لکھ گئے "بیت الخلاء"۔ رومن آرتھوڈکس انتظامیہ نے چرچ کا تقدّس بحال کیا، مگر اس میں دوبارہ توڑ پھوڑ کی گئی اور صیہونیوں نے اسے دوبارہ بطور بیت الخلاء استعمال کیا۔ اسی افسوس ناک صورت حال سے بصان کے آرتھوڈکس چرچ کو گزرنا پڑا۔

اسرائیل میں بحیثیت مجموعی مسیحی مذہبی سرگرمیوں میں رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔ جنونیوں نے بارہا "عہد نامہ جدید" کے نسخے سرعام جلائے ہیں اور مشنوں پر حملے کیے ہیں۔ ۲۵ اپریل ۱۹۷۰ء کو ایسٹر کے موقع پر بیت المقدس میں "مناذوں کی خانقاہ" اور اس میں رہائش پذیر افراد پر حملے کیے گئے۔ ۲۹ جنوری ۱۹۸۰ء کو انٹرنیشنل ہیرلڈ ٹریبیون نے رپورٹ شائع کی کہ رشین آرتھوڈکس، رومن کیتھولک اور بیپٹسٹ چرچوں پر مسلسل حملے کیے گئے ہیں۔ جائداد اور عمارتوں کو نقصان پہنچا ہے اور پادریوں کو ہراساں کیا گیا ہے۔

۱۸ اپریل ۱۹۸۶ء کو عکرہ میں ایک صیہونی دہشت پسند جتھے نے انگلیکن چرچ پر حملہ کیا اور اسے آگ لگا دی۔ اُنہوں نے عبرانی میں چرچ کی دیواروں پر لکھا "مسلمانو اور مسیحیو نکل جاؤ!" اور "کہانے [امریکی یہودی رہنما] عظیم ہے۔"

"دی ٹائمز" (۲ فروری ۱۹۸۰ء) کے مطابق مسیحی مقامات پر توڑ پھوڑ کرنے والے ایک مجرم نے کہا کہ "یہ یہودیوں کا فرض ہے کہ شیشیں ختم کر دیں۔ بیت المقدس یہودی دارالحکومت ہے اور یہاں مسیحیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔"

آخر میں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اس مختصر مقالے میں متبرک مقامات کی بے حرمتی کے تمام واقعات یک جا نہیں کیے گئے، اور یہ سب سانحات وحادثات مختلف افراد کے ذاتی افعال نہیں، بلکہ یہ سب منظم کارروائیاں ہیں جو بہت سوچ سمجھ کر کی گئیں۔ اکتوبر - نومبر ۱۹۹۶ء میں مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگ دوبارہ کھولنا اسرائیلی حکومت کی ایک ایسی کارروائی ہے جو بیت المقدس سے مسلم اور مسیحی متبرک مقامات کے مٹانے کے لیے کی گئی ہے۔

حاشیہ

الخلیل اور اس کی "جامع ابراہیمی" ہر دور میں مسلمان سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز رہی ہے۔ برصغیر سے جن اہلِ قلم کو ارضِ فلسطین کی سیر کا موقع ملا، اُنھوں نے "جامع ابراہیمی" کا ذکر بڑے ہی دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں خواجہ حسن نظامی کو "الخلیل" جانے کا موقع ملا اور ۱۹۳۱ء میں نواب بہادر یار جنگ کو۔ دونوں حضرات کے سفرناموں کے متعلقہ اقتباسات بالترتیب پیش کیے جاتے ہیں۔

— "(۸ جولائی ۱۹۱۱ء) --- [ہم] مقام خلیل الرحمن کو روانہ ہوئے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت اسحاق جیسے جلیل القدر نبی مدفون ہیں۔ یہ جگہ قدس سے ۳۲ میل ہے۔--- دوپہر کے قریب قصبہ خلیل الرحمن میں پہنچے۔ اوّل کھانا کھایا، اس کے بعد زیارت کو گئے۔ پہلے دروازے کے پاس حضرت سلیمان کی بنائی ہوئی دیوار ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ جنات نے بنائی تھی، بہت مستحکم ہے، ایک ایک پتھر پانچ پانچ اور چھ چھ گز کا لمبا چوڑا ہے۔ معلوم نہیں کس کاریگری سے اُن کو پیوست کیا ہے کہ آج تک جوڑ نظر نہیں آتا۔

حضرت ابراہیم کا مزار مبارک بہت بلند اور شاندار ہے۔ تقریباً ۳۰ گز بلند اور اسی کے قریب طویل و عریض ہوگا۔ مزار پر آیاتِ کلام مجید سے کڑھا ہوا غلاف چڑھا رہتا ہے جیسا کہ یہاں سب جگہ دستور ہے۔ مزار کے قریب زائرین نہیں جاسکتے۔ چاندی کے جنگلہ کے باہر جو مقفّل رہتا ہے، فاتحہ پڑھتے ہیں۔ حضرت کے مزار کے سرہانے دوسرے علیحدہ مجّر میں آپ کی اہلیہ بی بی سارہ کا مزار ہے۔ دوسری طرف حضرت یعقوب اور اُن کی اہلیہ بی بی رفقہ کے روضے ہیں۔ مسجد کے اندر محراب کے پاس حضرت اسحاق اور اُن کی اہلیہ بی بی لائقہ کے مرقد ہیں۔ یہاں کتبے کثرت سے ہیں، مگر ترکی رسم خط کے سبب پڑھے نہیں جاتے۔ سلطان محمد بن قلاون کے کتبے زیادہ ہیں جن پر ۷۸۲ھ کندہ ہیں۔ حضرت سارہ کے مزار پر سلطان عبدالحمید معزول شاہ ترکی کا کتبہ ہے جس پر ۱۳۱۳ھ کندہ ہے۔" (سفرنامہ خواجہ حسن نظامی، مصر، فلسطین، شام و حجاز، ص ۷۷)

—"خلیل الرحمن کا راستہ سرسبز پہاڑوں، انجیر اور انگور کے کھیتوں سے ہو کر گزرتا ہے۔ قدس سے ۳۵ میل کے فاصلہ پر چھوٹی سی بستی ہے۔ لوگ اکثر تفریحاً یہاں آجاتے ہیں۔ تنگ، لمبی اور کہیں کہیں مسقّف گلیوں کے بازار جہاں ہر قسم کی تجارت ہوتی ہے اور گنبدی وضع کی چھوٹی چھوٹی عمارتیں ہیں۔ حرم شریف کے قریب ایک وسیع احاطہ میں ہم کو پہنچایا گیا جہاں اطراف میں چھوٹے چھوٹے طہارت خانے اور درمیان میں ایک حوض بنا ہوا ہے۔ یہاں ہم نے وضو کیا اور زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک وسیع غار میں حضرت ابراہیم، حضرت سارہ، حضرت اسحاق و زوجہ حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، ان کی بیوی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مزار ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس غار کو سب سے پہلے حضرت

سلیمان علیہ السلام نے ایک چار دیواری سے محصور کیا جو اب تک موجود ہے۔ اس دیوار میں بعض بعض پتھر اتنے بڑے ہیں، کہ اگر یہ صحیح ہے کہ اس زمانہ میں منجنیقیں نہیں تھیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جنوں نے ان پتھروں کو اٹھایا ہوگا۔ اسی دیوار میں ایک جگہ ساتویں زینے کے پاس ایک سوراخ ہے جس کے متعلق یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر تک جاتا ہے۔ ان کو اُسی سوراخ تک آنے کی اجازت ہے۔ یہاں آکر وہ آہ و زاری کرتے اور عرضیاں لکھ لکھ کر اس سوراخ میں ڈال دیتے ہیں۔ کئی زینے چڑھ کر ہم ایک وسیع مسجد میں پہنچے جو اس غار پر تعمیر کی گئی ہے اور جس میں غار کے اوپر چھوٹے چھوٹے حجرے بنا کر ان میں متذکرہ صدر انبیاء علیہم السلام کے مزار علیحدہ علیحدہ بنائے گئے ہیں۔ یہاں مجھ پر عجیب کیفیّت طاری ہوئی۔ زبان فاتحہ پڑھ رہی تھی، ہزاروں برس پہلے کے واقعات مرقع کی صورت میں نظروں کے سامنے آرہے تھے، اور آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں تھا۔ بیان کیا گیا اور یقیناً درست ہوگا کہ ان مشاہیر انبیاء کے علاوہ اور کئی انبیاء علیہم السلام یہاں مدفون ہیں جن کے اسماء گرامی معلوم نہ ہوئے۔ ابوالانبیاء کی آرام گاہ کے جوار میں اس قسم کا امکان محال نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی تشفّی کے لیے جنہیں غار کا یقین نہیں ہوتا، مسجد کے ایک مقام پر چھوٹا سا سوراخ بنا ہوا ہے جس میں ایک قندیل ہمیشہ زنجیر سے لٹکی ہوتی ہے۔ جھروکہ میں سے اس قندیل کے بُعد اور غار کی گہرائی کا خفیف سا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مغرب کی جانب منبر کے بازو ایک چھوٹا سا دروازہ موجود ہے جو چھ سو سال سے بند ہے۔ --- مسجد میں قالین کا فرش اور آبنوس کا بہترین منبر ہے جِس پر خطِ کوفی میں آیاتِ قرآنی منقوش ہیں۔ بیش قیمت قندیلیں آویزاں ہیں اور ایک بیش بہا گھڑی دیوار میں لگی ہوئی ہے۔ یہ سب سلاطین آلِ عثمان کی یادگاریں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے مزار کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ مصر آپ کا مدفن ہے، لیکن اکثر کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی نعش جو غالباً مصری طریقہ کے بموجب ممی ہوگی، یہاں لاکر انبیاء کے مقبروں کے درمیان دفن کی تھی۔ (سیاحتِ ممالک اسلامیہ —— نواب بہادر یار خان کا روزنامچہ، ص ۱۴۹ - ۱۵۰)